تو کی محمد ﷺ سے وفا
تو نے تیرے ہیں جہاں
یہ جہاں چیز ہے کیا
لوح و قلم تیرے ہیں

ناموسِ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام
اور موجودہ مغرب

ندیم احمد غازی
سرپرست دائرہ مخلصین انٹرنیشنل

www.dmf.org.pk
+92 331 68 54 54 7
Dayra-e-Mukhliseen
دائرۂ مخلصین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حکیم الاُمّت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ:

ہو نہ یہ پھُول تو بلبل کا ترنّم بھی نہ ہو
چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو، خُم بھی نہ ہو
بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا اِستادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے
قُوّتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمّدؐ سے اُجالا کر دے
کی محمّدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

آج تحفظِ ناموسِ رِسالت کے موضوع پر مولانا ظفر علی خانؒ ٹرسٹ کے زیرِ اہتمام، ہم جس نشست میں موجود ہیں یہ اس موضوع کے حوالے سے ایک تاریخی نشست بن گئی ہے۔ مولانا ظفر علی خان کا حوالہ نہ صرف تحریکِ پاکستان اور ہماری جدوجہدِ آزادی بلکہ تحفظِ ناموسِ رِسالت کی جدوجہد میں بھی ایک بہت بڑا حوالہ ہے۔ مولانا ظفر علی خان کی شخصیت کی عظمت اور اُن کے قومی کردار کی اہمیت قائدِاعظم کے اِس فرمان سے واضح ہوتی ہے کہ قائدِاعظم ایک مرتبہ جب لاہور تشریف لائے تو انھوں نے مولانا ظفر علی خان کے بارے میں فرمایا:

"مجھے پنجاب میں اگر ایک دو اور ظفر علی خان مل جائیں تو میں یہاں اِنقلاب برپا کر دوں اور دنیا کو بتادوں کہ مسلمانوں کو کوئی شکست نہیں دے سکتا"۔

یعنی مولانا ظفر علی خان وہ رہنما تھے جن پر خود قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ فخر کرتے تھے۔

آج مولانا ظفر علی خان ٹرسٹ میں ہونے والی تقریب یقیناً قابلِ تحسین ہے کہ ہم نہ صرف اپنے عظیم قومی ہیرو کو یاد کر رہے ہیں بلکہ اُس مشن کو آگے بڑھا رہے ہیں جو مولانا ظفر علی خانؒ کی زندگی کا مشن تھا۔ آزادی کی فَضا جس میں آج ہم سانس لے رہے ہیں یہ جن عظیم شخصیات کے رہینِ منّت ہے اُن میں مولانا ظفر علی خانؒ بھی شامل ہیں۔ اُن کی قربانیاں، جیل میں گزارے ہوئے مشقت کے ایام اور طویل جدوجہد یہ سب ہماری جدوجہد آزادی کا حصہ ہے۔ کتنی مرتبہ اُن کے اخبار زمیندار پر پابندیاں لگیں، انھوں نے مالی نقصانات برداشت کیے لیکن اُن کے پائے اِستقلال میں کوئی لغزش نہ آئی۔ اُن کی اِستقامت کا سرچشمہ یہ عقیدہ تھا کہ یارسول اللہ ﷺ!

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہی تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمہی تو ہو

مولانا ظفر علی خانؒ نے قوم کو آزادی دِلوانے کے لیے اپنی پُوری زندگی تختۂ دار کے سائے تلے گزاری۔ مولانا ظفر علی خانؒ یقین محکم اور عمل پیہم کی زندہ تصویر تھے اور وہ اس قافلے کا حصہ تھے جو ازل سے ابد تک باطل کے خلاف بر سرِ پیکار ہے۔ اور حق بھی یہی ہے جو حضرت علامہ اقبالؒ نے فرمایا کہ:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا اِمروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بُولہبی

آج ہم ایک اہم موضوع پر گفتگو کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں اِن شاءاللہ ہمارا اکٹھا ہونا برکات اور نتائج سے خالی نہیں ہو گا۔ علامہ اقبالؒ کے پاس ایک مرتبہ فقیر سید وحیدالدین آئے تو ان سے گفتگو کرتے ہوئے علامہ اقبالؒ نے کہا اگر چند لوگ جو ہم خیال ہوں مل جائیں اور وہ اکٹھے ہو جائیں تو وہ اتنی بڑی قوت بن سکتے ہیں جس سے دنیا میں کوئی بڑا انقلاب لایا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ لوگ اس حقیقت سے

ناواقف ہیں۔ علامہ اقبالؒ کا یہ فرمان اُن کے اپنے دَور کے لیے ہی نہیں تھا بلکہ آج کے دَور کے لیے اور ہماری آج کی اِس نشست کے لیے بھی اتنا ہی بر محل ہے جتنا علامہ اقبالؒ کے اپنے دَور میں تھا۔ اگر کچھ محبانِ وطن اِس مُلک کے مستقبل کو سنوارنے اور یہاں قوم کے ایمان و عقیدہ اور حال اور مستقبل کے تحفظ کے لیے اکٹھے ہو جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ کامیاب نہ ہوں۔ لیکن افسوس اِس امر کا ہے کہ ہمیں اس راز سے آگاہی حاصل ہوئی اور نہ ہی ہم نے اس حقیقت کی اہمیت کا کوئی احساس کیا ہے۔

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم اِنفرادی اور اِجتماعی زندگی میں اعلیٰ قومی مقاصد کے بجائے اپنے شخصی، انفرادی اور ذاتی مفادات کے تابع ہو کر فیصلے کرتے ہیں آج ہماری آئیڈیالوجی اور ترجیحات تبدیل ہو چکی ہیں۔ ہم نے بڑے بڑے لوگوں کو دیکھا جو اسلام کا نام لے کر منظرِ عام پر آئے لیکن جب اُن کے سامنے دنیاوی مفادات آئے تو انہوں نے اپنی آئیڈیالوجی تبدیل کر لی۔ میں کسی کی نیت پر شک نہیں کرتا لیکن تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ یہاں علمائے کرام کا ایک پورا سلسلہ اور تاریخ ہے آپ دیکھیں گے کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو تحفظِ ناموسِ رسالت کے نام پر میدان میں نکلے لیکن بعد میں پتا چلا کہ ان کا مطمعِ نظر کچھ اور تھا۔ شُہرت، نام وری، پروجیکشن، چندہ، دولتِ دنیا اور عہدوں کا حصول۔ جب اِنھیں ان میں سے کوئی چیز مل گئی تو انھوں نے بنیادی مقصد پر سمجھوتہ کر لیا۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں محترم رؤف طاہر صاحب جو آج ہمارے ساتھ اِس نشست میں موجود ہیں وہ اس کے گواہ ہیں۔ میں نے اِن معاملات میں اپنی ساری زندگی گزاری ہے اور جتنا قریب سے اِن معاملات کو دیکھا ہے شاید بہت کم لوگوں کو اِس کا موقع مِلا ہو گا۔

اللہ ربُّ العزّت کے فضل و کرم سے حضورِ اکرم ﷺ کی ناموس کے لیے پاکستان میں جتنے بڑے مقدمات عدالتوں میں ہوئے مجھے اُن میں بنیادی کردار ادا کرنے کا موقع مِلا اور بحمد اللہ ہم اُن میں سے کوئی ایک مقدمہ بھی نہیں ہارے۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ:

ہم نے ہر دور میں تقدیسِ رسالت کے لئے
وقت کی تیز ہواؤں سے بغاوت کی ہے
توڑ کر سلسلہ رسمِ سیاست کا فسوں
اک فقط نامِ محمد سے محبت کی ہے

دُکھ کی بات یہ ہے کہ میرے بعد جیتا ہوا مقدّمہ جو ہارا گیا، وہ ممتاز قادری شہید کا مقدّمہ تھا۔ اُس مقدمے کے پہلے مرحلے پر اسلام آباد ہائیکورٹ میں پہلی پیشی کے بعد ہی مجھے مقدمے سے الگ کر دیا گیا تھا۔ وہ مقدمہ اتنا مضبوط تھا کہ اگر اُس کو پوری تیاری کے ساتھ اور دلائل کے ساتھ آگے بڑھایا جاتا تو یہ لوگ کبھی بھی وہ مقدمہ نہ ہارتے۔ لیکن حالات و واقعات نے یہ ثابت کیا کہ جب قیادت نااہل، مفاد پرست اور نالائق لوگوں کے ہاتھوں میں چلی گئی تو اس سے وہ نتائج بر آمد ہوئے جو ہم نے اور آپ نے دیکھے اور اب وہ ہماری دلخراش تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں۔ اگر ہم اِسی ڈگر پر آگے بڑھتے رہے تو اس کا نتیجہ سِوائے تباہی کے کچھ نہیں ہو گا۔

یہاں میں اس طرف بھی اشارہ کرنا چاہوں گا کہ ہمارے یہ مسائل صرف مقامی سطح کے نہیں بلکہ ان کے اثرات عالمی سطح تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ایک مرتبہ جب میں یورپ کے دورے سے واپس آیا تو جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے مجھ سے پوچھا "یورپ میں اسلام کے فروغ کی راہ میں کیا رکاوٹ حائل ہے؟ یہ تو دینِ فطرت ہے اور اِسے بہت تیزی سے دنیا میں پھیل جانا چاہیے۔ پھر دین اسلام کا عالمی سطح پر فروغ کیوں نہیں ہو رہا؟" میں نے جواباً عرض کیا، کہ "جناب عالمی سطح پر اِسلام کے فروغ میں کوئی بیرونی رکاوٹ حائل نہیں بلکہ اس راہ کی سب سے بڑی رُکاوٹ ہم خود ہیں۔ پاکستان سے جو علماء اور مشائخ یورپ اور امریکہ تبلیغ کا نعرہ لے کر جاتے ہیں اگر انھیں وہاں جانے سے روک دیا جائے تو اسلام تیزی سے پھیلنے لگے گا۔ سبب یہ ہے کہ یہ لوگ وہاں جا کر سِوائے نفرت انگیز ماحول پیدا کرنے اور اسلام کے بارے میں انتہائی مضحکہ خیز اور سطحی گفتگو کرنے کے اور کچھ بھی نہیں کرتے۔ ان کا واحد مقصد وہاں

گروہ بندیاں کرنا، اپنے گروپ بنانا اور مالِ دنیا کمانا ہوتا ہے۔ ایک مولوی صاحب یورپ کے دورے سے واپس آئے تو اُن سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے اُن سے پوچھا جناب وہاں آپ نے کس طرح اسلام کی تبلیغ کی اور اس کے کیا نتائج سامنے آئے ہیں؟ جب میں نے ان سے انگریزی زبان بولنے، سمجھنے سمیت دو تین سوالات کیے تو وہ میرے سوالات سے تنگ آ گئے اور کہنے لگے جناب بڑی سیدھی سی بات ہے میں نے وہاں جا کر اپنے مسلک کے لوگوں کو بُدھو بنایا (مَیں نے آپ کو سمجھانے کے لیے لفظ بُدھو استعمال کیا ورنہ انھوں نے جو پنجابی لفظ استعمال کیا تھا وہ میں آپ کے سامنے نہیں بول سکتا) دوسرے مسلک کے لوگوں کو گالیاں دیں، روپیہ پیسہ اکٹھا کیا اور واپس پاکستان آ دھمکے۔"

آج عالمی سطح پر اسلام اور مسلمانوں کے خِلاف جو نفرت انگیز ماحول پیدا کیا جا رہا ہے اس کے دو اسباب ہیں: ایک سبب ہمارے بیرونی دشمن ہیں اور دوسرا ہمارے اندرونی نااہل لوگ جو شعوری اور لاشعوری طور پر دنیاوی مفادات کے لئے دینِ اسلام کو بدنام کر رہے ہیں۔ اب تو نفرت در نفرت کا ماحول اتنا پروان چڑھ گیا ہے اور لوگوں میں اس قدر نفرت پھیلائی جا رہی ہے کہ پہلے لوگ الگ الگ مسالک میں تقسیم ہوتے تھے اب ہر مسلک میں مزید کئی گروہ اور ذیلی مسلک پیدا ہو چکے ہیں اور یہ روِش بہت ہی تباہ کُن ہے (اس بیرونی سازش کو سمجھنے کیلئے کوئی تیار ہی نہیں کہ کس طرح ایک ہی مسلک کو دو گروہوں میں بانٹ کر صحابہ کبار و اہلبیتِ اطہار میں مقابلہ بازی، آپس میں گالم گلوچ اور فتویٰ بازی کروائی جا رہی ہے، مختلف اسلامی تہواروں پر جائز و ناجائز کی لایعنی اور لاحاصل ابحاث، حلال و حرام کے فتوے داغے جاتے ہیں بیشمار عناصر جانے انجانے میں اس کا شکار ہو رہے ہیں جس سے سراسر نقصان دین کا ہو رہا ہے اور نوجوان نسل دین سے دور ہو رہی ہے، اگر یہ کہا جائے کہ دین اسلام کو اتنا نقصان لارنس آف عریبیہ یا ولیم میور نے نہیں پہنچایا جتنا آج کے دین فروش بظاہر دیندار پہنچا رہے ہیں تو بے جا نہ ہو گا، پڑھا لکھا طبقہ اگر کتاب Seven Pillars of Wisdom پڑھ لے یا عام عوام Profile of Intelligence کا اردو ترجمہ ہی پڑھ لیں تو حالات و واقعات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائیں)۔

موجودہ حالات کو دیکھ کر علامہ اقبالؒ کا یہ شعر یاد آرہا ہے:

قافلۂ حجاز میں ایک حسینؓ بھی نہیں
گرچہ ہے تاب دار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

اور اگر مجھ سے پوچھیں تو:

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی　　میں اِسی لئے مجاہد میں اِسی لئے نمازی

اور اپنے شب و روز کی کہانی تو یہ ہے کہ:

غازی کے دن اور غازی کی راتیں
اللہ کا ذکر اور آقا کی باتیں

میری ساری زندگی اسی جدوجہد میں گزری ہے کہ لوگوں میں یہ شعور پیدا کیا جائے کہ ذاتی مفادات کے بجائے قومی مفادات اور ملت کے اجتماعی مستقبل کو پیش نظر رکھنے کا اصول اپنایا جائے۔ میں آپ کو بڑے دکھ کے ساتھ بتا رہا ہوں کہ ایک چینل کے ساتھ میں نے قریباً 6 سال کام کیا اُس دوران میں نے اپنے وکالت کے پروفیشن کو بھی بہت کم وقت دیا کیونکہ وہ ایک حساس دینی مشن تھا اور اسی جذبے کے تحت میں نے اُس پروگرام کو آگے بڑھایا ہے۔ اُس پروگرام کی کامیابی کے لئے روزانہ میں چودہ چودہ گھنٹے مطالعہ اور تحقیق کرتا تھا۔ ہر موضوع پر حتی المقدور تحقیق اور غیر معمولی تیاری کر کے جاتا تھا۔ اُسی محنت کا صلہ تھا کہ پاکستان میں مسلسل تین سال تک اس پروگرام کو ایوارڈ ملتا رہا۔ لیکن بعد ازاں مجھ پر پابندی لگانے کی کوشش کی گئی کہ پروگرام کے آخر میں آپ جو دو نعرے بلند کرتے ہیں وہ نعرے ترک کر دیں۔ ایک "پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اور دوسرا "ہماری غیر مشروط محبت اور لامحدود وفاداری صرف اور صرف حضورِ اکرم ﷺ کے ساتھ ہے"۔ اور یہ بھی کہ آپ ہر پروگرام میں بار بار ناموسِ رسالت اور ختمِ نبوّت کا ذکر نہ کریں۔ لیکن یہ سب کچھ میرے لیے ناممکن تھا بلکہ اسی چینل پر جب میں نے 2016ء میں ختمِ نبوت کے حوالے سے پروگرام کیا اور جھوٹی

نبوت کے دعویداروں نے ہم پر مقدمہ کر دیا تو اللہ کے فضل و کرم سے ہم نے ساری صورتحال کا حسب سابق ڈٹ کر سامنا کیا اور دلائل کے ساتھ اُن کے باطل مقدمے کو رد کیا۔ سوال یہ ہے کہ اُس چینل پر اِس طرح کے حکم جاری کرنے والے افراد کے پیچھے کون سی قوتیں کارفرما تھیں؟ وہ تو دیندار مسلمان لوگ تھے مگر ہمیں ان تخریب کار قوتوں کو تلاش کرنا ہو گا جو خاموشی کے ساتھ درپردہ پاکستان میں دِین کے خلاف ایسی مذموم سازشیں کر رہی ہیں۔ لیکن افسوس تو اس بات کا ہے کہ ہمارے دِین دار طبقے کو اُن سازشوں کا اور ان سازشی لوگوں کا کوئی احساس وادارک نہیں بلکہ انھیں تو اپنے دنیاوی مفادات کے چکر میں باہمی تنازعات اور جھگڑوں سے ہی فرصت نہیں۔

میں یہ بات ہمیشہ اپنے پروگرامز میں بھی کہتا ہوں کہ تحفظِ ناموسِ رسالت اور اِس ملک سے وفاداری بنیادی طور پر آپ کے پاک خصلت اور نیک طینت ہونے کی علامت ہے۔ ہر وہ شخص جو نیک فطرت ہو گا، جس کا باپ ایک اور ماں نیک ہو گی وہ "پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے نعرے کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھے گا کیونکہ یہ نعرہ ہی نظریۂ اسلام اور دراصل نظریۂ پاکستان ہے اور جو شخص اس نعرے سے نفرت کرتا ہے یا جسے حضور اکرم ﷺ سے غیر مشروط محبت اور لامحدود وفاداری کی بات اچھی نہیں لگتی اس کا ڈی این اے ٹیسٹ کروالیں ضرور اس کے نسب اور پاکیٔ خِلقت کے مسائل کھل کر سامنے آجائیں گے ورنہ کوئی پاک فطرت شخص پاکستان کی آئیڈیالوجی کے خلاف سوچ بھی نہیں سکتا۔ لیکن ہمارے ہاں عجیب چلن بلکہ بدبختی ہے کہ آج پاکستان میں اسلام کو گالیاں دینے والوں اور نظریۂ پاکستان کے خلاف بولنے والوں کو دانشور سمجھا جاتا ہے، ان کی باتوں کو وقعت دی جاتی ہے اور انھیں اعلیٰ مناصب اور عہدوں سے نواز کر ان کی مزید حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ یہ ناعاقبت اندیش طبقہ اِس ازلی حقیقت کو یکسر فراموش کئے بیٹھا ہے کہ

یہ دنیا بھول جاتی ہے، یہ دنیا بھول جائے گی
محبت مصطفیٰ کی بس، ہمارے کام آئے گی (نذیر احمد غازی)

صاحبانِ شعور کو یہ بات سمجھنی چاہیے کہ مغرب میں رسول اللہ ﷺ کی ذات پاک پر بار بار کیوں حملے کیے جاتے ہیں۔ کیا اس کی وجہ یہ تو نہیں کہ ہم دنیا کے سامنے اپنا مقدمہ موثر طور پر پیش ہی نہیں کر سکے اور وہ لوگ جو اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں وہ وہاں غالب آ گئے ہیں اور اسلام کے حق میں بات کرنے والوں کی بات کو وہاں طاقت کے زور سے دبا دیا جاتا ہے۔ برصغیر میں جب 1799ء میں ٹیپو سلطان کی شہادت ہوئی اور اُس کے بعد 1857ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا تو مسلمانوں پر بڑے بڑے مظالم ڈھائے گئے اور ان پر طرح طرح کا تشدد ہوا اور مسلمانوں کے بڑے بڑے رہنماؤں، علماء اور زعماء کو پھانسی کے تختے پر چڑھا دِیا گیا۔ ظلم و ستم کی یہ ایک طویل داستان ہے۔ اُس وقت کے ایک ڈپٹی گورنر، وِلیَم میور نے اپنے انگریز آقاؤں کو ایک خط لکھا اور اس نے لکھا کہ ہم نے وقتی طور پر جنگ آزادی میں فتح تو حاصل کر لی ہے اور مسلمانوں کو شکست بھی دے دی ہے، لیکن یہ شکست عارضی ہے۔ ابھی مسلمان وقتی طور پر دبے ہیں یہ دوبارہ سَر اٹھائیں گے۔ اگر ہم مستقل اور دیرپا فتح حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ یہاں ہمارے تین بڑے دشمن ہیں:

1۔ محمد ﷺ کا قرآن،

2۔ محمد ﷺ کی تلوار (یعنی مسلمانوں کا جذبۂ جہاد) اور

3۔ اِس اُمّت کا محمد ﷺ کے ساتھ حُبی تعلق (یعنی نسبتِ عشقی)

یہ مسلمان اپنے پیغمبر ﷺ کے خلاف کوئی بات نہیں سُن سکتے۔ اگر ہم ان تینوں جہات پر کام کر کے مسلمانوں کو ان سے دور کرنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر ہی ہماری فتح پائیدار ہو سکتی ہے ورنہ یہ نا مکمل اور عارضی رہے گی۔ اس کے بعد مغرب نے اِسی ایجنڈے پر کام کرنا شروع کیا۔ قرآنِ مجید پر مسلمانوں کے ایمان کو متزلزل کرنے اور شکوک و شبہات پیدا کرنے کے لیے جرمنی کی میونخ یونیورسٹی میں قرآنِ مجید کے 42 ہزار نسخے اکٹھے کیے گئے۔ یہ سارا کام دوسری جنگ عظیم سے پہلے ہوا اور اس پر کروڑوں ڈالرز خرچ کیے گئے تاکہ قرآنِ مجید میں تضادات اور افتراقات تلاش کیے جا سکیں یعنی پہلی

صدی سے اِس صدی تک یہ دیکھا جا سکے کہ قرآنِ مجید کے متن میں معاذ اللہ کہاں کہاں تبدیلی اور تحریف ہوئی ہے۔ معروف جرمن سکالر تھیوڈر نولدیکی(Theodor Noldeke) جسے دنیا میں قرآنیات پر اتھارٹی سمجھا جاتا تھا اُس نے اِس ساری تحقیق کے بعد باقاعدہ اپنی شکست کا اعتراف کیا اور انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے آٹھویں ایڈیشن میں جو تفصیل شائع کی اُس میں اُس نے لکھا:

"All our efforts have failed to find the interpolation in Qur'an."

کہ "ہم نے بڑی کوشش کی کہ قرآن مجید میں کوئی تضاد تلاش کر لیں مگر ہم ایک بھی تضاد تلاش کرنے میں ناکام رہے۔"

یہ قرآن جو آج کا عام مسلمان پڑھ رہا ہے یہ وہی قرآن ہے جو صدیق اکبر پڑھا کرتے تھے اس کتاب کے متن میں ایک لفظ کا بھی فرق پیدا نہیں ہُوا۔

اس کے بعد اہلِ مغرب نے محمد ﷺ کی تلوار یعنی جہاد اور امتِ محمدی کے حضور اکرم ﷺ سے حُبی تعلق اور نسبتِ عشقی پر شب خون مارنے کے لئے کام شروع کیا اور انھوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ عرب کے بجائے عجم میں کوئی نیا نبی تیار کیا جائے، جس سے نبوت کا دعویٰ کروایا جائے اور لوگوں کو بتایا جائے کہ معاذاللہ عرب کے نبی کو ماننے کے بجائے اپنے ملک اور وطن کے اِس نئے نبی کو تسلیم کریں۔ اِس سازش کے تحت جب انھوں نے ایک شخص کو منتخب کر لیا اور اس سے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کروایا تو اس نے خود کہا کہ میں سلطنت برطانیہ کا کاشت کیا ہُوا پودا ہوں وہ میری سرپرستی اور پذیرائی کر رہے ہیں۔ خدا کے بعد اِس وقت اُن مغربی آقاؤں کا سایہ میرے سر ہے۔ اُس جھوٹے مدعی نبوت کی کتابیں اور تحریریں فرنگیوں کی تحسین و تعریف سے بھری پڑی ہیں۔ مغرب کی کوشش یہ تھی کہ مسلمان کو حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ پاک سے دور کیا جائے، جیسے علامہ اقبالؒ کی بصیرت افروز نگاہ نے اسلام دشمن عناصر کی یہ ابلیسی سازش بہت پہلے کھول دی تھی کہ:

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمدؐ اُس کے بدن سے نِکال دو
فکرِ عرب کو دے کے فرنگی تخیّلات
اِسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

آج ہم نے مغرب کی اِس سازش کو بھی سمجھنا ہے اور مغرب میں اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور تعارف کو بھی اپنی آنے والی نسلوں تک مؤثر انداز سے پہچانا ہے۔ ہمیں یہ حقیقت اچھی طرح سمجھنی چاہیے کہ ساری کائنات کی دانش و خیر رسول اللہ ﷺ کی تریسٹھ سالہ ظاہری حیات پاک میں ہی موجود ہے۔ اس سے باہر کوئی نمونۂ عمل ہے نہ اسوۂ کامل نہ حکمت نہ دانائی اور آپ ﷺ کے بعد جو خیر ہے وہ اسی سراج منیر کی ضیاباریوں کا صدقہ و خیرات ہے۔

اللہ ربّ العزت نے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (القرآن، الاحزاب 21:33)

ترجمہ:

"یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسولؐ (کی ذات) میں ایک بہترین نمونہ ہے، ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ اور یومِ آخر کا امیدوار ہے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہے۔"

اس آیۂ مبارک کی روشنی میں یہ بات تو طے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کو نمونہء کمال بنا کر بھیجا ہے یعنی آپ وہ ہستی ہیں جو رہتی دنیا تک تمام انسانیت کے لئے بہترین رول ماڈل ہیں۔ یہاں انسانی فکر اور سوچ ختم ہو جاتی ہے کہ جتنی بھی خوبیاں، فضائل اور عظمتیں ممکن ہو سکتی ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی ذات پاک میں جمع فرما دی ہیں اور ان کا مظہر آپ کی تریسٹھ سالہ حیاتِ ظاہری ہے۔ اور امت محمدیہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ:

حُسن یُوسفؑ ، دَمِ عیسیٰؑ، یدِ بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضور سیدِ عالمین ﷺ نے ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جو قیامت تک دنیا کی ہر قوم کے لئے نمونہ اور ماڈل ہے۔ آپ ہر انسان کو اس کے ماں باپ سے بھی زیادہ جانتے اور سمجھتے ہیں۔ انسانی نفسیات کے جتنے بھی پہلو ہو سکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان تمام پہلوؤں کی باریکیوں کی آگہی عطا فرمائی ہے۔ یہی تو وجہ ہے کہ عرب کے اُس انتہا درجے کے بگڑے ہوئے معاشرے کو آپ ﷺ نے دنیا کی سب سے بڑی تہذیب کی خِشتِ اوّل اور مینارۂ نور بنا دیا کہ پنڈت ہری چند اختر کو بھی اعتراف کرنا پڑا:

کس نے ذروں کو اُٹھایا اور صحرا کر دیا

کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا

کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا دُرِّ یتیم

اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا

آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

اس سے بھی بڑھ کر بقولِ شاعر

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے

کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

معلمِ انسانیت اور مصلحِ نوعِ بشر ﷺ کی آمد سے قبل تہذیب انسانی ظلمت کی ان پستیوں میں جا گری تھی کی کہ وہ لوگ جو ذرا ذرا سی بات پر ایک دوسرے کی جان کے پیاسے ہو جاتے اور ان کے سامنے انسانی جان کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی، پھر آپ ﷺ کی نگاہِ فیض رساں اور تربیت سے وہ معراج انسانی کی اُس بلندی پر پہنچے کہ وہ کسی جانور حتی کہ کسی چڑیا پر بھی ظلم کرنے سے ڈرتے تھے۔ کیونکہ اب

ان کے اندر اپنے خالق کے سامنے جوابدہی کا شعور اور ظلم کرنے پر پکڑ کا احساس پیدا کر دیا گیا تھا۔ وہ لوگ جن کا پیشہ ہی قافلے لوٹنا تھا آپ ﷺ کی تربیت کے نتیجے میں اتنے دیانت دار اور امین بن گئے کہ ایک شخص رات کے اندھیرے میں چھپ کر کروڑوں روپے کا تاج اپنے کمبل میں چھپا کر اپنے سپہ سالار کو پیش کرتا ہے کہ میرا نام نہ آئے اور میرے اخلاص پر ریا کا پہلو غالب نہ آجائے۔ حضور اکرم ﷺ نے اِس انداز سے اُس معاشرے کی تربیت کی کہ اُن لوگوں کے اعمال، اقوال اور احوال تو کیا، ذوق نظر اور خیالات تک بدل کے رکھ دیے۔ اُن کی نگاہوں کے زاویے اور دلوں کی دُنیا ہی بدل دی۔

ہمارے پاس مغرب کے ایسے بہت سے حوالے موجود ہیں جنہیں ہم اسلام کی حقانیت کی دلیل کے طور پر پیش کر سکتے ہیں۔ امریکہ کے بہت بڑے دانشور جے ڈبلیو ڈریپر (John William Draper) نے ایک کتاب لکھی The History of Intellectual Development of Europe اس کتاب نے کئی دہائیوں تک یورپ کی یونیورسٹیوں میں راج کیا۔ اس میں ڈریپر لکھتا ہے:

"The man who of all men has exercised the greatest influence upon human race"

اسی طرح ایک فرانسیسی مصنف لمرتان نے اپنی کتاب History De-La Tauriky میں لکھا:

"Greatness of purpose, smallness of means and astounding results are the three criterian to judge the human genius. We may well ask is there any other person in the history of mankind who can be compared with Muhammad. (S.A.W.W)"

یعنی عزائم کی بلندی، وسائل کی کمیابی اور حیران کن نتائج انسانی عظمت کو ماپنے کے تین پیمانے ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے محدود وسائل کے ساتھ اپنے

عظیم مقاصد کو حاصل کیا اور حیران کن نتائج پیدا کیے۔ تاریخِ انسانی میں اس کی کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کا کسی بھی زمانے، علاقے، زبان یا نسل کا شخص ہو، اگر وہ کامیابی کا نسخۂ کیمیا حاصل کرنا چاہے تو اُسے سیدُ العالمین ﷺ کی بارگاہ سے رجوع کرنا پڑے گا۔

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو
آں کہ از خاکش بروید آرزو
یا زِ نورِ مصطفیٰؐ آں را بہا است
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰؐ است

کچھ عرصہ قبل یہ عاجز ہانگ کانگ میں منعقدہ ایک تقریب میں بطورِ مہمان مقرر کے مدعو تھا۔ وہاں امریکہ کے سفیر بھی آئے ہوئے تھے اور گفتگو کا موضوع کم و بیش یہی تھا جس پر آج ہم بات کر رہے ہیں۔ کھانے پر ہم اکٹھے ہوئے تو سفیر صاحب کہنے لگے کہ اسلام کا جو چہرہ آپ نے آج ہمیں دکھایا ہے یہ تو ہمارے علم میں تھا ہی نہیں۔ ہمیں یہ کبھی نہیں بتایا گیا کہ پیغمبرِ اسلام ﷺ انسانیت سے کتنی محبت کرتے تھے اور آپ ہی محسنِ انسانیت ہیں اور انسانیت کی فلاح کا کوئی ضابطہ اصول یا نظام، رسول اللہ ﷺ کے نظام سے باہر نہیں ہو سکتا کیونکہ فلاح انسانی کے ہر نظام اور اصول کے آپ (ﷺ) ہی موجد ہیں۔ میں نے اس سے کہا کہ 1958ء تک امریکہ میں کلبوں کے باہر اور ٹرینوں پر ایک جملہ لکھا ہوتا تھا:

"Blacks and dogs are not allowed"

بلکہ ٹرینوں میں کچھ خاص ڈبے مخصوص ہوتے تھے اور صرف اُنھی میں ہی کالے لوگ سفر کر سکتے تھے۔ لیکن آج مغرب میں اوباما کی شکل میں ایک سیاہ فام امریکہ کا صدر بن گیا۔ ایسا ملک جہاں سیاہ فام اور کتوں کو برابر سمجھا جاتا تھا سوچنے کی بات ہے کہ یہ انقلاب کیسے آیا؟ یقیناً یہ انقلاب اُس خطبہ حجۃُ

الوداع کا نتیجہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا اور اُس خطبہ نے آنے والے دَور میں انسانیت کے لیے اُس بہترین معاشرے کی تعمیر کی بنیاد رکھی جس کا اِظہار امریکہ میں بھی ایک سیاہ فام کے صدر بننے کی صُورت میں ہُوا۔

پاکستان کے معروف ایٹمی سائنسدان سلطان بشیر محمود نہ صرف عالمی شہرت یافتہ سائنس دان ہیں بلکہ اسلام کے ایک عظیم محقّق اور مصنف بھی ہیں۔ انھوں نے اپنی 90 سالہ زندگی میں اُردُو اور انگریزی میں 37 کتابیں لکھی ہیں۔ ایک ملاقات میں انہوں نے مجھے بتایا کہ اُن کے علم میں یہ بات آئی ہے کہ ایک تھیوری کے مطابق آوازیں فضا میں موجود رہتی ہیں تو اس سلسلے میں حضور اکرم ﷺ کے خطبات پر ریسرچ ہو رہی ہے۔ چونکہ مختلف آوازیں آپس میں مکس ہو رہی ہیں اس لیے انھیں الگ کر کے سننا فی الحال ممکن نہیں۔ عین ممکن ہے کہ ہماری آنے والی نسلیں ٹیکنالوجی کی ترقی کی وجہ سے اِس قابل ہو جائیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے خطبات کو سن سکیں، یہی بات عالم اسلام کے معروف اسکالر و محقق ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم نے 1992ء میں پیرس میں ہونیوالی ایک ملاقات میں بھی بتائی تھی، اس پر ہمارے مسلم سائنسدانوں کو خبردار رہنا ہو گا کہ کہیں AI کی آڑ میں کوئی سازش نہ ہو سکے، واللہ اعلم کہ ہماری نسلیں آپ ﷺ کا یہ فرمان سن سکیں:

عَنْ أَبِي نَضْرَةَ حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ خُطْبَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم وَسْطَ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى أَعْجَمِيٍّ وَلَا لِأَعْجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ، وَلَا لِأَحْمَرَ عَلٰى أَسْوَدَ، وَلَا لِأَسْوَدَ عَلٰى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوٰى، أَبَلَّغْتُ؟ قَالُوْا: بَلَّغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

مسند احمد: 23885)

ترجمہ: ابو نضرہ کہتے ہیں: ”مجھے اس آدمی نے بیان کیا جس نے ایام تشریق کے وسط میں رسول اللہ ﷺ کا خطبہ سنا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: لوگو! تمہارا رب بھی ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے، خبردار! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر

اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے، مگر تقویٰ کے ساتھ۔ کیا میں نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے؟ صحابہؓ نے کہا: اللہ کے رسول آپ ﷺ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا۔"

مغربی دنیا آج جن مسائل اور فتنوں سے دوچار ہے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے معروف برطانوی مؤرخ اور دانشو آرنلڈ جے ٹائن بی (Arnolld J. Toynbee) نے کہا تھا کہ

"مغرب میں دو بڑی برائیاں ہیں: نسل پرستی اور الکوحل۔ اِن مسائل کا حل صرف اور صرف اسلام کے پاس ہے۔ اگر آپ نے ان مسائل کو کنٹرول کرنا ہے تو پھر دنیا کو اسلام کی طرف لوٹنا ہو گا۔"

معروف برطانوی مصنف ایچ جی وَیلز (Herbert George Wells) جس نے حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ پاک کے حوالے سے بہت سی ناروا باتیں بھی لکھی ہیں وہ لکھتا ہے:

Although the sermons of human freedom, " fraternity and equality were said before, the sermon we find in syyeduna essa, but it is admitted fact that muhammad was the only person in the world history who "created a society which was based on these principles.

یعنی حضور اکرم ﷺ سے پہلے آنے والے سارے مصلح، انسانیت کے کردار ساز اور رہنما لوگ اخوت اور مساوات کی باتیں کرتے رہے وہ نصیحت کرتے رہے لیکن وہ عملاً اسے حقیقت میں نہ بدل سکے۔ بھائی چارہ، انسانیت اور مساوات و برابری جیسی اعلیٰ اقدار کو صرف رسولِ کریم ﷺ نے ہی حقیقت میں بدلا اور عملاً اِنھی اقدار اور اصولوں پر ایک معاشرہ قائم کر کے دِکھا دِیا۔

اس طرح کے بیسیوں دیگر مصنفین اور مستشرقین کے حوالے دیے جاسکتے ہیں۔ میں نے بطور مثال چند دانشوروں کی عبارات آپ کے سامنے رکھی ہیں۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ ہم مغرب کے سامنے اپنا دین اور مافی الضمیر مؤثر طور پر پیش ہی نہیں کر سکے۔ میں لندن میں لیکچر دینے کے لیے گیا تو میرے لیکچر میں وہاں کے ایک وزیر بھی موجود تھے۔ وہ کہنے لگے مسلمان دہشت گرد ہیں۔ انھوں کہا کہ مسلمانوں نے فلاں جگہ دہشت گردی کی فلاں جگہ فلاں جگہ تو میں نے ان سے کہا آپ بالکل دُرست فرمارہے ہیں۔ مسلمان بڑے ظالم لوگ ہیں۔ دیکھیئے ناہیر وشیما اور ناگاساکی پر پر مسلمانوں نے بم گرائے؟ عراق میں انھوں نے بمباری کی، ویتنام میں انھوں نے تباہی مچائی اور افغانستان کو بھی انھوں نے ہی تباہ وبرباد کیا کیونکہ ان کے پاس جدید ترین اسلحہ، فوج اور پوری دنیا کی حمایت موجود تھی تبھی تو انھوں نے افغانستان کو خاک اور خون میں نہلا دیا۔ میں نے اُن سے کہا کہ ہم نے آپ کی یہ بات تسلیم کرلی کہ ساری دنیا میں ہونے والی تمام دہشت گردی ہمارے ہی کھاتے میں آتی ہے لیکن ایک سوال کا آپ مجھے جواب دیں کہ کیا دنیا کی کسی تہذیب میں گالی دینا مہذب عمل ہے؟ وہ بہت شرمندہ ہوا اور کہا بالکل بھی نہیں۔ جو بھی معزّز لوگ ہیں وہ گالی کو اچھا نہیں سمجھتے۔ میں نے کہا کہ اگر کوئی یہاں کھڑا ہو کر بادشاہ کو گالی دے یا ملکہ کو گالی دے جبکہ آپ کا دستور یہ کہتا ہے کہ:

"King can do no wrong"

تو کیا آپ برداشت کرلیں گے؟ اُس نے کہا ہم ہرگز برداشت نہیں کرسکتے۔ تو میں نے کہا کیا پھر دنیا کی محبوب ترین ہستی کی توہین جائز ہونی چاہیے؟ اُس نے کہا ہرگز نہیں۔ پھر میں نے اس سے کہا کہ ناموسِ رسالت کا قانون صرف یہ کہتا ہے کہ کائنات کی مقدس ہستیوں کو گالیاں نہ دو۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ صرف پیغمبرِ اسلام ﷺ کے خلاف بات نہ کریں بلکہ ہمارا دین یہ سکھاتا ہے کہ کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام دنیا میں آئے کسی نبی کی شان میں اشارتاً بھی گستاخی نہ کی جائے۔ اگر کوئی مسلمان اِن میں سے کسی ایک نبی کی شان میں گستاخی کرے تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ ہم

حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تمام پیغمبروں کا جن کو آپ تسلیم کرتے ہیں، احترام کرتے ہیں اور ان کی شان میں گستاخی تو دُور کی بات ہم اُن کے خلاف اشارتاً بھی بات کرنے کو جُرم تصور کرتے ہیں اور اِس فتنہ پرداز عمل کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔ اب دیانتداری سے فیصلہ کیجئے کہ کیا ایسے لوگوں کو دہشت گرد کہا جاسکتا ہے؟ جبکہ اسلام تو دینِ رحمت ہے جیسا کہ مولانا الطاف حسین حالیؔ نے کہا تھا:

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدا کا
کہ ہے ساری مخلوق کُنبہ خُدا کا
وہی دوست ہے خالق دوسرا کا
خلائق سے ہے جس کو رشتہ وِلا کا
یہی ہے عبادت، یہی دین وایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

تقابل ادیان کے ماہر، سویڈن یونیورسٹی کے ایک پروفیسر ٹار اینڈرے (Tor Andrae) نے کتاب لکھی: "Muhammad, The Man And His Faith'

اِس کتاب میں اُس نے لکھا کہ جب ہم اپنی عبادت گاہوں اور چرچوں میں جاتے تھے تو ہمارے مذہبی رہنما ہمیں اِسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے خِلاف اِنتہائی زہر آلود اور نفرت انگیز باتیں بتاتے تھے۔ لیکن جب اللہ نے میری رہنمائی کی اور میں نے خود پیغمبرِ اسلام ﷺ کے اور خلفائے راشدینؓ کی سیرت کو پڑھا تو مجھے پتا چلا کہ آپ نبیٔ رحمت ہیں اور دنیا میں اسلام سے بڑھ کر بھائی چارے، امن و محبت اور اخوت کا درس دینے والا کوئی دوسرا مذہب موجود نہیں ہے۔

آپ دیکھیے کہ اللہ کے پیغمبر ﷺ کی ظاہری حیات میں 82 جنگیں ہوئی ہیں، جن میں 19 جنگیں وہ تھیں جن میں خود سرورِ عالمین ﷺ نے بطور سپہ سالارِ اعظم قیادت فرمائی اور دس برس میں، اسلامی حکومت دس لاکھ مربع میل پر پھیل گئی۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اِن جنگوں میں جو مسلمان شہید ہوئے وہ 259 تھے اور جو غیر مسلم دورانِ جنگ مارے گئے وہ 759 تھے۔ یہ ٹوٹل 1018 کی تعداد بنتی ہے۔ جبکہ پہلی اور دوسری جنگِ عظیم میں آپ دیکھ لیں تقریباً 6 کروڑ انسان لقمہ اجل بنے، پھر روس میں جو انقلاب آیا اس کی آپ تاریخ دیکھیں کہ اس میں کتنے لوگ مرے؟ پھر اس کے بعد جو دنیا کے مختلف ممالک میں جنگیں ہوئی ہیں آپ ان کی تفصیل دیکھ لیں۔ اِک ذرا اس طرف بھی توجہ دی جائے کہ ہیروشیما میں کتنے لوگ مرے تھے؟ ناگاساکی میں کتنے لوگ مرے تھے؟ ہولوکاسٹ میں کتنے لوگ مرے تھے؟ گوانٹاناموبے میں کتنے لوگ مرے تھے؟ بلگرام جیل میں کتنے لوگ مارے گئے؟ ابوغریب میں کتنے لوگ مارے گئے؟ عراق میں کتنے لوگ مارے گئے؟ فلسطین میں کتنے لوگ مارے گئے؟ کشمیر میں، افغانستان میں، گجرات (ہندوستان) میں کتنے لوگوں کو زندہ جلایا گیا؟ کتنے لوگ ریاستی دہشت گردی کی بھینٹ چڑھائے گئے؟ برما میں مسلمانوں کے ساتھ کیا ہوا؟ اس کے باوجود دین اسلام کی مخالف قوتوں نے "اسلاموفوبیا" کا ایک شوشا چھوڑ دیا اور دینِ اسلام کو اس طرح پیش کیا کہ جیسے یہ کوئی دہشت گردوں کا مذہب ہے اور مسلمان دہشت گرد ہیں۔

شاہ عبدُالعلیم صدیقی میرٹھی جب یورپ گئے تو اُن کی جارج برنارڈ شا سے ملاقات ہوئی ان کے مابین ہونے والا مکالمہ کتابی صورت میں چھپ چکا ہے۔ اس کتاب کا نام ہے:

"A Shavian And Theologian"

نوبل انعام یافتہ آئرش ادیب جارج برنارڈ شا، مولانا عبدالعلیم صدیقی القادری کے ساتھ ہونے والی گفتگو سے بہت متاثر ہوا اور اسلام کی تعلیمات کے بارے میں جاننے کے بعد اُس نے کہا کہ

"یورپ بالعموم اور انگلستان بالخصوص اگلی صدی میں اِسلام یا اِسلام جیسے کسی مذہب کو قبول کرلے گا۔ جب لوگوں نے اُسے کہا کہ اگر آپ اِسلام کو اتنا بڑا مذہب سمجھتے ہیں تو آپ خود اِسلام قبول کیوں نہیں کر لیتے؟ اس نے کہا مجھے اِسلام تو پسند ہے مگر مسلمان پسند نہیں ہیں۔"

آپ پوری دنیا کے قوانین کا جائزہ لے لیں، انسان کی ذاتی عزت اور اور اس کے شخصی وقار کو اِسلام نے وہ بنیادی حق قرار دِیا ہے جو کسی صُورت حال حتی کہ جنگ میں بھی معطل نہیں ہو سکتا۔ یعنی حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں قحط ہو، بیماری ہو، جنگ وجدل ہو آپ انسانی تکریم کے حق کو معطّل نہیں کر سکتے۔ اگر اسی اصول کو اختیار کر لیں کہ کسی شخص کی عزّت و حُرمت کا حق ایسا بنیادی حق ہے جو کسی صُورت معطّل نہیں ہو سکتا تو کائنات انسانی کی وہ عظیم ترین ہستی، جس نے سارے انسانوں کو عزّت دی، وقار دِیا، ہر طبقے کو، زیر دستوں کو، عورتوں کو حقوق دِیئے، انسانوں، جانوروں پرندوں، درختوں، پانی، ماحولیات اور زمین تک کے حقوق مقرر کیے۔ کیا اُن کی حرمُت کا حق کسی صورت میں معطّل ہو سکتا ہے؟ کیا کوئی اظہار رائے کی آزادی ایسی ہو سکتی ہے جو اُس محسنِ انسانیت ﷺ اور ان کے رفقائے کرام کے تقدس کو پامال کرے؟ اصل بات یہ ہے کہ اظہارِ رائے کی آزادی کی حدود کا تعیّن کیا جائے اور وہ حدِ تعین یہ ہے کہ آپ اتنی دیر تک اپنے ہاتھ کو حرکت دے سکتے ہیں جب تک وہ میری گال تک نہ پہنچے۔ اگر آپ کا ہاتھ میری گال تک جا پہنچے تو اس حد تک آپ کو اپنے ہاتھ کو حرکت دینے کا حق نہیں ہے۔ گویا اظہارِ رائے کی آزادی کا ایسا حق جس سے میرا کوئی حق متاثر ہوتا ہو، اُسے قطعاً قانونی قرار نہیں دیا جاسکتا۔

European Court of Human Rights نے بھی یہ فیصلہ دے دیا ہے کہ جب کوئی ایسے کلمات کہے جائیں جو کسی مقدس ہستی کی شان کے خلاف ہوں اور جس سے لوگوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہو تو یہ "جرم" تصور ہو گا۔ اب مغرب کو دیکھیں، ان کے قوانین کے مطابق آپ ہولوکاسٹ پر

بات نہیں کر سکتے کیونکہ ہولوکاسٹ پر بات کرنے سے ایک کمیونٹی کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے اگر ایک کمیونٹی جو چند کروڑ افراد پر مشتمل ہے، اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے پر، کسی ایک موضوع پر اظہارِ رائے پر پابندی لگائی جاسکتی ہے تو دنیا میں ڈیڑھ ارب مسلمانوں کو اذیت دینے کے لئے، اُن کی محبوب ترین ہستی رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کو کس طرح جائز قرار دیا جاسکتا ہے؟ جبکہ یہاں تو المیہ یہ ہے کہ کائنات کی ہر شے کے لئے رحمت بن کر آنے والی ہستی ﷺ جنہوں نے نوعِ بشر کو انسانیت کا شعور دیا، اُنھیں حقوق دیے، عزّت و وقار دِیا، اُن کی شان میں گستاخی کو مغرب نے جائز قرار دے رکھا ہے بلکہ اِسے اظہارِ رائے کی آزادی کا عنوان دے کر ایسی گستاخی کرنے والوں کو ہیرو بنادیا اور انھیں انعام واکرام اور بڑے بڑے اعزازات سے نوازا۔ یہاں میں پوپ فرانسیس کا حوالہ دینا چاہوں گا۔ اس نے 15 جنوری 2015ء میں کہا تھا کہ آپ اس وقت تک اپنی رائے کا اظہار کر سکتے ہیں جب تک آپ دوسرے لوگوں کے جذبات کو مجروح نہ کریں۔ جہاں دوسرے لوگوں کے جذبات مجروح ہوتے ہوں وہاں آپ کو اظہارِ رائے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ اُس نے مثال دیتے ہوئے کہا کہ اگر کوئی شخص میری ماں کو گالی دے تو میں اُس کا منہ توڑ دوں گا اور یہ گالی کبھی برداشت نہیں کروں گا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج مغرب میں اسلام کے خلاف اور پیغمبر اسلام نبی مکرم ﷺ کے خلاف ہونے والے پروپیگنڈے کا توڑ کیسے کیا جائے؟ اس کے لئے ہمیں نہ صرف مغرب کے سامنے مؤثر علمی دلیل پیش کرنا ہوگی بلکہ اس کے لئے ٹھوس عملی اقدامات کرنے ہوں گے اور سب سے مؤثر عملی اقدامات معاشی ہیں۔ اگر دنیا کے 57 اسلامی مُمالک گستاخی کرنے والے تمام ممالک کا معاشی بائیکاٹ کر دیں تو چند دنوں کے اندر اندر یہ لوگ اس طرح کی قبیح حرکتوں سے توبہ کر لیں گے کیونکہ مغرب کبھی بھی معاشی نقصان برداشت کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

میں اپنی گفتگو کے اختتام پر تحفظِ ناموسِ رسالت کی ایک روحانی جہت کی طرف بھی اشارہ کرنا چاہوں گا۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَہُمۡ عَذَابًا مُّہِیۡنًا (الاحزاب، آیت 57)

ترجمہ: "بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور اور اللہ نے اُن کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

بنظرِ غائر اگر ہم لعنت کو دیکھیں تو اس کی کئی شکلیں ہیں جو اللہ رب العزت کی ناراضگی اور گرفت کی صُورت میں بھی انسانی معاشرے پر مسلط کر دی جاتی ہیں۔ جب دنیا میں کرونا کا آغاز ہوا تھا میں نے اپنے لیکچرز میں کہا تھا کہ کرونا دنیا سے 24 گھنٹے کے اندر اندر ختم ہو سکتا ہے اگر میرے بتائے ہوئے اقدامات پر عمل کر لیا جائے۔ اگر ایسا نہ ہُوا تو میں ہر طرح کی سزا کے لئے تیار ہُوں۔ وہ اقدامات جن سے دنیا بھر سے کرونا ختم ہو سکتا ہے ان میں پہلا کام یہ ہے کہ ہم حضور اکرم ﷺ کی شان اور ناموس کی حفاظت کریں آیئے یہ عزم کریں کہ:

نماز اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا، زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحاؐ کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

دوسرا کام یہ ہے کہ جن لوگوں نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی اور جنھوں نے ان کو ایوارڈز دیے ان تک قانونِ تحفظِ ناموسِ رسالت کو پہنچا کر ان سے وہ ایوارڈ واپس لیے جائیں اور ان کے اس عمل کو جرم قرار دلوایا جائے۔ کیونکہ یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ جو ڈیڑھ ارب انسانوں کے جذبات کو مجروح کرتا ہے۔ تیسرا کام یہ کریں کہ آئندہ کے لیے بھی اقوام متحدہ کے پلیٹ فارم سے عالمی سطح پر ایسی قانون سازی کروائی جائے کہ حضور اکرم ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ

السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام اور تمام دیگر انبیاء کے خلاف بات کرنے کو سنگین جُرم قرار دیا جائے اور اِس جرم پر اسی طرح کی سزائیں دی جائیں جس طرح یورپین کورٹ آف جسٹس نے اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے فیصلے میں لکھا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ آج ہمیں داخلی سطح پر بھی اصلاح کے لیے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نسبتِ عشق کو مستحکم کرنے کے لئے عملی اقدامات کرنے ہوں گے اور عالمی سطح پر مؤثر استدلال کے ساتھ ایسی قانون سازی کروانی ہو گی جس سے پیغمبرِ اسلام حضورِ اکرم ﷺ اور اسلام کے وقار، عزت و حرمت اور ناموس کے تحفظ کو یقینی بنایا جا سکتا ہے۔ اپنا عقیدہ واضح کرتے ہوئے، حفیظ جالندھری کے انھی ایمان افروز اشعار پر میں گفتگو کا اختتام کرتا ہوں۔

محمد ﷺ کی محبّت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اِسی میں ہو اگر خامی، تو سب کچھ نامکمل ہے
محمدؐ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی
محمدؐ کی محبت آنِ ملت شانِ ملت ہے
محمدؐ کی محبت روحِ ملت جانِ ملت ہے
محمدؐ کی محبت خون کے رِشتوں سے بالا ہے
یہ رشتہ دُنیوی قانون کے رِشتوں سے بالا ہے
محمد ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، مال جان اولاد سے پیارا

دائرہ مخلصین ایک ماڈل خانقاہ ہے اور خانقاہ درحقیقت صفہ کے تسلسل کو جاری رکھنے والی اس تربیت گاہ یا یونیورسٹی کو کہتے ہیں جہاں روحانی و اخلاقی تربیت کے ذریعے انسان کا تعلق باللہ و تعلق بالرسول ﷺ قائم و دائم ہو کیونکہ خانقاہی نظام کی اساس بھی تعلق باللہ و تعلق بالرسول ﷺ ہی ہے، بلکہ خانقاہی نظام کا مقصد اولین ہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت و اطاعت کو فروغ دینا ہے۔ خانقاہیں ہمیشہ سے اللہ کے بندوں کی دادرسی، تربیت، تعلیم اور ذکر و فکر کا وہ مرکز رہی ہیں جہاں سے تشنگانِ معرفت فیض یاب ہوئے اور گم گشتہ لوگوں کو محبت رسول ﷺ کی منزل کا سراغ ملا۔

فی زمانہ اس امر کی اشد ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ کوئی ایسی خانقاہ وجود میں آئے جہاں اصحاب صفہ کا تسلسل نظر آئے اور نئی نسل کو اسلاف کی تعلیمات سے روشناس کروا کر عملی اقدامات کئے جائیں۔ الحمدللہ! جسٹس (ر) نذیر احمد غازی صاحب کی سرپرستی میں دورِ جدید کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسی ہی ایک ماڈل خانقاہ "دائرہ مخلصین" کے نام سے معرض وجود میں آئی جس کی ترجیحات میں تعداد کی بجائے استعداد بڑھانا ہے تاکہ نہ صرف موجودہ نسل بلکہ آنیوالی نسلوں کو بھی فیض یابی نصیب ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ متعلقین و مخلصین میں خانقاہ کی عمارت (410-E جوہلی ٹاؤن لاہور میں تصوف سنٹر جو تعمیراتی مراحل میں ہے) کے ساتھ ساتھ ریاستِ وجود پر صفہ کی تعلیمات کو نافذ کرنے کا قدم روبہ عمل ہے۔ جس میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والا طبقہ فکر تصوف و اسلاف کی تعلیمات سے آراستہ و پیراستہ ہو کر دنیا کے مختلف ممالک میں معاشرے کی بہتری کیلئے نمود و نمائش سے کوسوں دور عملی طور پر اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔ الحمدللہ دائرہ مخلصین فاؤنڈیشن کی باقاعدہ قانونی رجسٹریشن بھی ہو چکی اور سنٹر بھی تعمیراتی مراحل میں ہے جس کی تکمیل کیلئے مخیّر حضرات کا تعاون بھی درکار ہے تاکہ اس میں دینی و عصری تعلیم اور تصوف کی تربیت سے بھرپور نوجوان تیار کیے جائیں۔

دائرہ مخلصین کے تحت ہفتہ وار، ماہانہ، سالانہ اور وقتاً فوقتاً مختلف شہروں اور ملکوں میں منعقد ہونیوالی تربیتی نشستوں کی معلومات اور دیگر اپڈیٹس سے آگاہی کیلئے ہماری ویب سائٹ، یوٹیوب چینل، فیس بک پیجز اور وٹس ایپ گروپ / کمیونٹی وزٹ اور جوائن کریں۔

www.dmf.org.pk
+92 331 68 54 54 7

دائرہ مخلصین Dairah-e-Mukhliseen